عقیدۂ عفتِ انبیاؑ وائمہؑ

(تاریخ کی روشنی میں)

(جناب سید محمود حسن صاحب قیصر امروہوی)

(۲)

اس آیت سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر انبیاء سے گناہوں کا ارتکاب جائز قرار دیا جائے گا، تو وہ لامحالہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو شیطان گمراہ کرتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کے مخلص بندے نہیں ہو سکتے۔

ہمارے خیال میں یہ استدلال اگر صحیح مانا جائے تو ان آیات کے متعلق کیا کہا جائیگا، جن میں انبیاؑ کے اعمال سے شیطان کا تعلق دکھایا گیا ہے۔ خود جناب رسالتمآبؐ کے لئے قرآن کا بیان ہے:-

إِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ۔ — اے رسول! اگر شیطان تم کو بھلا دیا کرے تو یاد آنے کے بعد نہ بیٹھے رہو

معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں کو شیطان سیدھے راستے سے نہیں ہٹا سکتا اور اس میں انبیاء یا ائمہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اس لئے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ وہ ہو سکتے ہیں جن پر شیطان قابو نہیں پا سکتا۔

۲۔ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ، قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ؟ قَالَ ، لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۔ — (اے ابراہیم!) میں تم کو انسانوں کے لئے امام بناؤنگا اس پر ابراہیم نے کہا میری ذریت میں سے؟ ارشاد ہوا۔ میرا منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا۔

(البقرہ ۱۱۸)

اس آیت سے متکلمین شیعہ عصمت ائمہ پر اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اگر ائمہ سے ارتکاب معاصی کو جائز قرار دیا جائے گا، تو بلاشبہ ان پر ظالم کا اطلاق ہوگا۔ حالانکہ آیت یہ بتاتی ہے کہ الٰہی منصب ظالمین کو نہیں مل سکتا۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ آیات ہیں جن کو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے علامہ محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حیات القلوب" میں اس پر مفصل بحث کی ہے، بلکہ اسکی تیسری جلد کو انھوں نے امامت اور عصمت ائمہ ہی کے لئے مخصوص کیا ہے اور اس کو امامیہ کے بنیادی عقائد میں شمار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔ (۵)

"جاننا چاہئے کہ علماء امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ امام اپنی اول عمر سے آخر عمر تک صغیرہ یا کبیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی گناہ نہ عمداً صادر ہو سکتا ہے، نہ سہواً نیز اس باب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان سے کسی نے اختلاف نہیں کیا بجز ابن بابویہ اور انکے استاد ابن الولید کے، جو تبلیغ رسالت اور احکام الٰہی کی تلقین کے علاوہ دیگر امور میں ان کے لئے سہو و نسیان کو جائز قرار دیتے ہیں مثلاً سہو فی الصلوۃ وغیرہ۔ نیز یہ کہ تمام فرق امامیہ سوائے اسماعیلیہ، عصمت ائمہ کے لئے کسی شرط کو تجویز نہیں کرتے۔"

اس کے بعد اس عقیدے کے اثبات میں انھوں نے کچھ احادیث بھی نقل کی ہیں، لیکن ان میں زیادہ وہ احادیث ہیں جن کا سلسلۂ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اس مقام پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عصمت ائمہ جیسے بنیادی عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے متکلمین شیعہ اقوال رسولؐ یا اقوال امیر المومنینؓ سے کوئی قول نقل نہیں کر سکے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو کوئی چیز اپنے مقصد کی تائید میں نہیں مل سکی۔

جہاں تک قرآنی آیات سے عصمت ائمہ پر استدلال کا تعلق ہے، تو اس کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اگر پہلے سے ائمہ کی عصمت کا تصور ذہن میں نہ ہو تو تنہا ان آیات سے ذہن اس معنی کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے ان آیات کے تحت رسول اللہ

(۵) حیات القلوب۔ ج ۳، ص ۲۷

صلعم کا کوئی قول ضرور ملتا یا کم از کم صحابۂ رسولؐ میں عبداللہ بن عباس، حضرت علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل رض وغیرہ ہی کا کوئی قول ملتا۔ یہ وہ صحابی ہیں جو علم بالقرآن کے ماہر تھے اور جن کے اقوال قریب قریب ہر آیت کے ذیل میں ملتے ہیں لیکن مذکورہ بالا آیات کے تحت ایسا کوئی قول ان کا بھی نہیں ملتا جس سے عصمت انبیاء کا مفہوم نکلتا ہو یا عصمت انبیاء و ائمہ کے اثبات میں اس کو پیش کیا جا سکے۔ اس سلسلے کی سب سے مشہور آیت وہ ہے، جو اوپر نقل کی گئی ہے، اور جس میں ابراہیم کو امام بنانے کا ذکر ہے۔ اس کے تحت حضرت ابن عباس کا یہ قول ہے:-

لا عهد لظالم عليك فى ظلمه ان تطيعه ليس للظالمين عهد وان عاهدته فانقضه	(ظالم کے لئے اس کے ظلم میں تمہارے اوپر کوئی عہد نہیں ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو، ظالموں کے لئے کوئی عہد ہی نہیں ہے اگر تم اس سے معاہدہ بھی کر لو تو اس کو توڑ دو۔)

مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے :- لا يكون امام ظالمًا۔ (امام ظالم نہیں ہوتا) (۵)

علامہ طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اس آیت کی دل کھول کر تفسیر کی ہے لیکن امیرالمؤمنین یا کسی بھی دوسرے صحابی کا کوئی قول ایسا نقل نہیں کر سکے جو عصمت ائمہ پر دلالت کرتا ہو بلکہ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں :-

"واستدل اصحابنا بهذه الآية على ان الامام لا يكون الا معصومًا عن القبائح"

(ہمارے اصحاب نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ امام قبائح سے معصوم ہوتا ہے)

(۳) اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔	یقیناً اللہ کا ارادہ ہے یا اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے اہلبیت! تم سے اللہ ہر قسم کے رجس کو دور کر دے

---

(۵) تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۰ - ۲۲

اور تم کو اس طرح پاک بنادے جو پاک بنانیکا حق ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس آیت سے کچھ افراد کی عصمت کی طرف بطور پر ذہن منتقل ہو سکتا ہے اسلئے کہ عصمت کی تعبیر اس سے بہتر الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ چند امور اس سلسلے میں یقینا قابل غور ہیں۔

۱۔ آیت میں واضح طور پر لفظ "اہل بیت" آیا ہے اس لئے ائمہ کی عصمت کے لئے اس کو دلیل میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

۲۔ یہ آیت ازواج پیغمبرؐ کے تذکرے میں وارد ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عرف عام اور خود قرآن کی زبان میں بھی اہل بیت کے دائرے میں بیٹی، داماد اور نواسوں کے ساتھ بیویاں بھی داخل ہیں۔ آیت میں چونکہ لفظ "اہل بیت" اپنی عام شکل میں وارد ہوا ہے، اس لئے جب تک حدیث یا تاریخ یا کسی دوسرے ذریعے سے اس کی تخصیص نہ ہو۔ اس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے مراد اہل بیت کے کون افراد ہیں۔

۳۔ آیت میں مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنے یہ ہوتے ہیں: اے اہلبیت! اللہ کا ارادہ ہے یا اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کر دے اور تم کو اس طرح پاک بنادے جو پاک بنانے حق ہے۔ گویا عمل تطہیر ابھی واقع نہیں ہوا ہے، اس کے برخلاف حضرت مریم کے سلسلے میں جو آیت ہے وہ ماضی کے صیغے کے ساتھ ہے۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝	(جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تم کو چن لیا اور پاک کر دیا اور تمام عالموں کی عورتوں پر تم کو برگزیدہ قرار دیا)

لہٰذا صیغے کے بدل جانے کے ساتھ ساتھ ان دونوں آیات میں معانی کے لحاظ سے بھی فرق کرنا پڑیگا اور وہ فرق ظاہر ہے کہ مریم کی عصمت وطہارت تنہا آیت سے ثابت ہو سکتی ہے لیکن اہل بیت کی تطہیر کے لئے کوئی تکمیلی عمل درکار ہے۔

اس کے لئے جب ہم احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ تینوں مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کی شانِ نزول کے بارے میں تمام مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، امام حسین علیہما السلام کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا "اللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ، فَاذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔" بار الہا! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور کر دے اور ان کو ایسا پاک بنا دے جو پاک بنانے کا حق ہے۔

روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ زوجۂ رسول نے بھی چادر میں آنے کی خواہش کی تھی لیکن آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا "اَنْتِ عَلَی الْخَیْرِ" (تم نیکی پر ہو) اس حدیث سے اولاً افراد اہلبیت کی تعیین ہو جاتی ہے اور وہ صرف اصحاب کساء ہیں، ثانیاً چونکہ رسول اللہؐ نے ان کو چادر میں لے کر پاک و پاکیزہ بنانے کی دعا بھی فرمائی لہذا آیت کے ساتھ دعائے رسول کا ضمیمہ معصیت کے لئے تکمیل عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بقیہ نو اماموں کی عصمت کا مسئلہ اپنے مقام پر باقی ہے جب تک کوئی ایسی ہی نص ان کے لئے بھی نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ امام زید بن علی بن الحسین صرف اصحاب کساء کی عصمت کے قائل تھے اور امام کے لئے وہ عصمت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعوں میں عقیدۂ عصمت کا نشو و نما، جیسا کہ احادیث سے واضح ہوتا ہے، امام حسین کی شہادت کے بعد سے امام منتظر کی غیبت تک کی درمیانی مدت میں ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسی کے بیان کے مطابق محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ مفید، ہر دو محدثین نے مذکورہ بالا آیت اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔۔۔۔ کی تفسیر کو امام جعفر صادق علیہ السلام (متوفی ۷۶۵ء) کی طرف منسوب کیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو امام بنانے کے لئے ان کے معصوم ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ اور آخر میں اس قول کا بھی اضافہ کیا ہے: "لَا یَکُوْنُ الْفَاسِقُ اِمَامًا لِلصَّالِحِیْنَ" (فاسق صالحین کا امام نہیں ہو سکتا) اور چونکہ کلینی، شیخ مفید، ابن بابویہ، شیخ صدوق، ان شیعہ

محدثین میں تھے جن کا زمانہ بوہیس کے عروج کا زمانہ رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں میں عقیدۂ عصمت انبیا وائمہ اسی دور میں نمو پذیر ہوا ہے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب "تبصرۃ العوام" میں بھی اس عقیدے کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان کا زمانہ بھی بالکل اسی سے متصل ہے۔

ا اس کے بعد جہاں تک کتب اہل سنت کا تعلق ہے، تو صحاح ستہ میں بھی کوئی حدیث عصمت انبیاء کے بارے میں نہیں ملتی بلکہ ان کتابوں کی تدوین کے بہت بعد دسویں صدی عیسوی کے اواخر میں فقہ اکبر ثانی میں پہلی بار اس عقیدے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کتاب بھی جیساکہ معلوم ہے، کلینی کی کتاب "الکافی" کے بعد تصنیف ہوئی ہے بایں ہمہ امام غزالی اس کے قائل نظر نہیں آتے، جیساکہ ان کے حسب ذیل بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

اما بیان وجوبها (ای التوبة) على الدوام وفى كل حال، فهو ان كل بشر لا يخلو من المعصية لم يخل عنها الانبياء، كما ورد فى القرآن، والاخبار عن خطايا الانبياء وتوبتهم وبكائهم على خطاياهم فان خلا فى بعض الاحوال عن معصية الجوارح فلا يخلو عن الهم بالذنوب بالقلب، فان خلا عنها فلا يخلو عن غفلة وقصور فى العلم بالله وصفاته وافعاله، وكل ذلك

لیکن ہمیشہ اور ہر حال میں توبہ کے واجب ہونے کا بیان، وہ یہ ہے کہ کوئی بشر معصیت سے مبرّا نہیں ہے حتیٰ کہ انبیاء بھی اس سے خالی نہیں ہیں، جیساکہ قرآن اور احادیث میں انبیاء کی خطاؤں، ان کی توبہ اور اپنی خطاؤں پر انکے گریہ کا بیان ہے۔ پس اگر بعض حالات میں وہ اعضاء و جوارح کی معصیت سے خالی ہوتے ہیں تو کم از کم دل میں ارادۂ گناہ سے خالی نہیں ہوتے اور اگر یہ بھی نہیں تو غفلت اور اللہ اور اس کی صفات اور افعال میں کوتاہی علم سے خالی نہیں ہوتے۔ اور یہ سب کچھ نقص میں شامل ہے..... اسی آنحضرت صلعم نے فرمایا " وہ (اللہ) میرے

نقص... ولهذا قال عليه السلام "انه ليعاون على قلبي حتى استغفر الله في اليوم والليلة سبعين مرة" الحديث ولذلك اكرمه الله تعالى بان قال "ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" واذا كان هذا حاله فكيف حال غيره. (۶)

قلب پر معاونت کرتا ہے، یہاں تک کہ میں دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار کروں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ آپ کو سرفراز فرمایا "تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے" جب خود آنحضرتؐ کا یہ حال ہے تو آپ کے غیر کے لئے کیا کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

غزالی کے تقریباً ایک سو سال بعد فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ ظاہر ہوئے، جن کا شمار مشاہیر علمائے اہل سنت میں ہوتا ہے۔ نیز جیسا کہ گولڈ زیہر (Goldziher) کا بیان ہے، وہ عصمت انبیاء کے شدت کے ساتھ قائل تھے۔ قطع نظر ان کی تفسیر کے جس میں انھوں نے متعدد مقامات پر اس پر بحث کی ہے، ایک مستقل رسالہ "عصمة الانبیا" کے نام سے تصنیف کیا ہے، جس میں انھوں نے الگ الگ ہر پیغمبر کو لیا ہے۔ نیز قرآن اور احادیث میں جس قدر اقوال ان کے مسلک کے منافی وارد ہوئے ہیں، ان سب کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ اپنے پیشرو امام غزالی کی طرح وہ خود شافعی تھے اور ان ہی کی طرح صوفی افکار سے بھی متاثر تھے ان حقائق کی روشنی میں ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ عقیدہ عصمت انبیاء و ائمہ خالص شیعی عقیدہ ہے۔ جو تصوف کی وساطت سے عامہ اہل سنت میں منتقل ہوا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان عقائد کا بیشتر حصہ جو سنیوں سے شیعوں کی طرف اور شیعوں سے سنیوں کی طرف منتقل ہوا، ان کا تنہا واسطہ ابتدا میں صوفیا تھے، اس کے بعد معتزلہ۔ مثال کے طور پر شعرانی

---

(۶) احیاء العلوم (۴/۵-۲۰)

جن کا شمار مشاہیر متصوفہ میں ہوتا ہے اور جو رازی سے دو سو سال قبل گذرے ہیں، کا قول ہے:

ان رسول اللہ لیری من خلفہ مثل مایری من امامہ ویبصر فی الظلام و یغایر طولہ کیفما اراد، ولیس لجسمہ ظل لانہ متلی بالنور

رسول اللہ اپنے پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھتے تھے، جس طرح سامنے کی چیزوں کو۔ آپ اندھیرے میں بھی دیکھتے تھے اور اپنے طول قامت میں جس طرح چاہتے تھے تبدیلی کر لیتے تھے آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا اس لئے کہ وہ نور ہی نور تھا

غرضیکہ اس قسم کے بہت سے شیعی عقائد ہیں جو تصوف کی وساطت سے عامہ اہل سنت کے معتقدات میں داخل ہوئے ہیں، اس لئے کہ اس قسم کے تمام صفات شیعوں کے یہاں ائمہ اہل بیت کے لئے ملتے ہیں جو خود ان ہی ائمہ سے مروی ہیں اس لئے کہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ رئیس اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسے صفات تجویز کئے جائیں، چنانچہ شیعی کتب احادیث کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو ان میں ائمہ اہل بیت کے لئے حسب ذیل صفات ملتے ہیں۔

(۱) ائمہ پر بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

(۲) ائمہ تمام انبیاء و اولیاء اور رسول اللہ کے علم کے وارث ہوتے ہیں۔

(۳) ائمہ کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ کب مریں گے۔

(۴) ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

(۵) ائمہ وہ علامات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے "وعلامات وبالنجم ھم یھتدون"

(۶) ائمہ کے پاس وہ تمام کتابیں ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور اختلاف السنہ کے باوجود وہ ان کو سمجھتے ہیں۔

(۷) ائمہ ان تمام علوم کے حامل ہیں جو ملائکہ اور انبیاء و رسل کو دیے گئے تھے

(۸) فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" میں ذکر سے مراد رسول اللہ اور اہل سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں۔

(۹) قرآن مجید میں علم سے جس کو بھی متصف کیا گیا ہے، اس سے مراد صرف ائمہ اہل بیت ہیں۔

(۱۰) ائمہ کو غیب کا علم ہوتا ہے۔

(۱۱) ائمہ علم ما کان و ما یکون کے عالم تھے اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے[۷]

مذکورہ بالا احادیث کو جب ہم قرآن کے بیانات کے مقابلے میں رکھتے ہیں تو دونوں میں بالکل تضاد نظر آتا ہے۔ قرآن میں بار بار رسول کو "بشر" کہا گیا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے: اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ (میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے) کبھی کہا جاتا ہے "قل سبحان ربی ھل کنت اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (اے رسول! کہدو کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں) ان آیات کی روشنی میں امام شعرانی نے رسول اللہ کے لئے جو صفات تجویز کئے ہیں، اگر ان کو صحیح مانا جائے تو رسول اللہ بالکل ایک مافوق البشر مخلوق قرار پاتے ہیں یا معاذ اللہ ایک جادوگر جو اپنے طول قامت میں حسب خواہش تبدیلی کر لیا کرتے تھے جس کے بعد ان آیات کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ اسی طرح ائمہ کے لئے جن صفات کی اوپر فہرست دی گئی ہے، وہ سب وہ صفات ہیں، جن کی قرآن مجید خود رسول اللہ کی ذات گرامی سے بھی نفی کر رہا ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیات سے معلوم ہوگا۔

(۱) قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ — اے رسول کہدو! کہ میں اپنے نفس کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں

---

(۷) تفصیل کے لئے دیکھئے اصول الکافی کتاب الحجۃ۔

الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر

(الاعراف ۱۸۸)

بجز اس کے جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت خیر جمع کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ چھوتا۔ میں تو صرف ڈرانیوالا اور بشارت دینے والا ہوں۔

(۲) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی

(الانعام)

(اے رسول!) آپ کہہ دیں: میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ مجھے غیب ہی کا علم ہے نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے اوپر آتی ہے۔

(۳) یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا۔ قل انما علمھا عند ربی

(الاعراف)

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیں کہ اس کا علم تو میرے پالنے والے ہی کے پاس ہے۔

(۴) یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ

(الاعراف)

یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

منافقین جو گروہ در گروہ مدینے میں آباد تھے، ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۵) لا تعلمھم نحن نعلمھم

اے رسول! آپ ان سے واقف نہیں ان سے ہم واقف ہیں۔

(۶) ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ٥

(اے رسول!) آپ تو یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔

وغیرہ غرضکہ اس قسم کی اور بھی آیات ہیں جن سے اس قسم کے تمام صفات کی حضرت ختمی مرتبت سے نفی فرمائی گئی ہے جو شیعوں کے یہاں ائمہ اہل بیت کے لئے ان کی کتب احادیث میں ملتی ہیں۔

بہرحال امام رازی کی تحریروں کا یہ اثر ہوا کہ عقیدہ عصمت انبیاء کو اجماع اہل سنت کے ساتھ قبول کرلیا گیا۔ نیز معتزلہ نے گناہان کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان امتیاز کو چھوڑ دیا اور رازی کے قول کے مطابق اکثر معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ انبیاء سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب تو جائز نہیں، البتہ کبھی کبھی ان سے صغائر کا ارتکاب ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ قبیح کی حد میں نہ ہوں۔

حیاتِ ذاکر حسین

از خورشید مصطفیٰ رضوی

ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی خدمتِ علم اور ایثار قربانی سے بھرپور زندگی کی کہانی جس پر پروفیسر رشید احمد صدیقی نے پیش لفظ تحریر فرماکر قابل رشک و تحسین بنادیا ہے

● یہ کتاب متعدد انگریزی اور اردو کتابوں ملکی و غیر ملکی اخبارات و رسائل کی چھان بین کے بعد قلم بند کی گئی ہے۔

● مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی تاریخ کے اہم ترین باب یعنی ذاکر صاحب کے زمانے کے حالات و واقعات تحقیق کی روشنی میں بیان کی گئی۔

● اس کے علاوہ ذاکر صاحب کا عکس تحریر بھی کتاب کی زینت ہے جس میں انھوں نے اپنا کچھ حال اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔

سائز بیس ۲۰×۳۰ چھوٹی تقطیع صفحات ۳۶۸ ۔ قیمت دس روپے

ندوۃ المصنفین • اردو بازار • جامع مسجد • دہلی